مولانا سید محمد متین ہاشمی

اسلامی قانونِ شہادت

کچھ عرصہ قبل ہمارے ملک میں برطانوی قوانین رائج تھے اس لیے برطانوی قانونِ شہادت بھی چل رہا تھا، لیکن اسلامی نظام اور اسلامی حدود کے نفاذ کے بعد ضروری ہوگیا ہے کہ یہاں اسلامی قانونِ شہادت کے تحت مقدمات کی سماعت کی جائے۔ اس ضرورت کے باعث شہادت کا مسئلہ اہمیت اختیار کر گیا ہے، لہٰذا اس سلسلے میں چند اصول و مبادی زیر بحث لائے جا رہے ہیں۔

شہادت کی تعریف

شہادت خبر قاطع کو کہتے ہیں۔ علامہ ابن نجیم نے شہادت کی فقہی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

وهی اخبار عن مشاهدة وعیان لا عن تخمین وحسبان [1]

یعنی شہادت کسی واقع کے بارے میں اپنے مشاہدے اور دید کے مطابق خبر دینے کو کہتے ہیں نہ کہ ظن و تخمین کی بنیاد پر۔

علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے:

"شہادت اس قطعی اور فیصلہ کن بیان کا نام ہے جو قانونی عدالت میں حاضر ہو کر کسی ایسے معاملے کے متعلق دیا جاتا ہے جو بیان کرنے والے کے شاہد نے صاف طور پر دیکھا ہو" [2]

مجلۃ الاحکام العدلیہ میں ہے:

یلزم ان یکون الشهود قد عاینوا بالذات المشهود به وان یشهدوا علی ذلك الوجه ولا یجوز ان یشهد بالسماع [3]

---

[1] ابن النجیم، بحر الرائق: ۷: ۵۵ طبع مصر

[2] العینی: عمدۃ القاری، ۶: ۱۱۱

[3] المجلۃ: ۳۷۹ طبع نور محمد کراچی

گواہ کے لیے یہ لازمی ہے کہ جس چیز کی شہادت دے اسے اس نے خود دیکھا ہو اور شہادت میں یہی کہے اور یہ جائز نہیں کہ سماعی شہادت دے۔

شہادت کی اقسام

اسلامی قانون شہادت (Law of Evidence) کی تین اقسام ہیں :

۱۔ شہادت

۲۔ اقرار

۳۔ حلف بالیمین

ا۔ قسم اوّل شہادت

شہادت دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے پاس ایک امانت ہے یعنی یہ کہ اگر کسی شخص سے کسی واقعہ کے بارے میں دریافت کیا جائے اور وہ حقائق کو اپنے مشاہدے کے ذریعہ جانتا ہو تو اس کا فرض ہے کہ اپنے علم و مشاہدے کے مطابق صحیح صحیح بات حاکم مجاز کی عدالت میں بیان کر دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ○ (البقرہ : ۱۴۰)

اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی گواہی کو جو اس کے پاس ہے، چھپائے، اور اللہ تعالیٰ اس عمل سے غافل نہیں ہے جو تم کرتے ہو۔

ایک مقام پر ارشاد ہے۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (البقرہ : ۲۸۳)

اور شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو شخص شہادت کو چھپاتا ہے اس کا دل گناہ گار ہے اور اللہ تعالیٰ اس چیز سے بخوبی واقف ہے جو تم کرتے ہو۔

ضروری ہے کہ ادائے شہادت کے وقت کامل عدل اختیار کیا جائے نہ طرف داری کی جائے اور نہ کسی کی عداوت میں غلط بیانی سے کام لیا جائے۔ ارشاد ربانی ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ

الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا ۚ وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ (النساء : ۱۳۵)

اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ سے ڈرتے ہوئے گواہی دو (یعنی سچی سچی بات بیان کردو) اگرچہ وہ گواہی خود تمھارے خلاف ہی کیوں نہ ہو یا تمھارے والدین یا عزیز و اقارب کے خلاف ہو۔ اگر کوئی شخص مال دار یا مفلس ہے تو اللہ تعالیٰ ان کا تم سے زیادہ نگاہ بان ہے۔ تم انصاف کو چھوڑ کر اپنے نفس کی خواہش پر مت چلو، اور اگر گواہی میں ایچ پیچ کروگے (یعنی جان بوجھ کر کسی کو بچا جاؤگے) تو اللہ تعالیٰ تمھارے کاموں کی خبر رکھتا ہے۔

سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ (المائدہ : ۸)

اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کے ساتھ گواہی دینے میں مستعد رہو اور ایسا نہ ہو کہ لوگوں کی عداوت تم سے گواہی دینے میں بے انصافی کرائے۔ انصاف کرو، انصاف ہی پرہیزگاری تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ ہے، اور اللہ سے ڈرو کیونکہ وہ تمھارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔

مذکورہ بالا آیات سے مندرجہ ذیل نکات مستفاد ہوتے ہیں:

۱۔ پہلی بات یہ کہ شہادت اللہ کی طرف سے بندے کے پاس ایک امانت ہے جس کا ادا کرنا ضروری ہے۔

۲۔ دوسری یہ کہ شہادت کا چھپانا گناہ ہے۔

۳۔ تیسری یہ کہ ادائے شہادت کے وقت پوری دیانت داری کرنی چاہیے خواہ وہ شہادت خود گواہ یا اس کے والدین یا دیگر اعزہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

۴۔ چوتھی یہ کہ شہادت کی ادائیگی کے وقت ہر قسم کے لالچ اور خوف سے مستغنی ہونا چاہیے اور صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

۵۔ پانچویں یہ کہ واقعات کو صاف صاف بغیر ایچ پیچ کے بیان کر دینا چاہیے تاکہ حاکم کو صحیح

نتیجہ پر پہنچنے میں دشواری نہ ہو۔

۶۔ اور چھٹی یہ کہ کسی کی عداوت میں شہادت دیتے وقت انصاف کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔

ادائے شہادت کی کیفیت

۱۔ عدالت سے باہر کی شہادت معتبر نہیں ہوتی۔ المجلہ میں ہے:

لا تعتبر الشهادة التي تقع في خارج مجلس المحكمة [۵۴]

مجلس عدالت کے باہر جو شہادت دی جائے وہ معتبر نہیں ہے۔

۲۔ ضروری ہے کہ گواہ لفظ شہادت (گواہی) استعمال کرے۔

ولا بد في ذلك كله من العدالة ولفظة الشهادة فان لم يذكر الشاهد لفظة الشهادة وقال اعلم او اتيقن لم تقبل شهادته [۵۵]

تمام حقوق میں گواہ کے عادل ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی گواہی میں لفظِ شہادت استعمال کرے۔ سو اگر گواہ نے لفظ شہادت استعمال نہیں کیا اور اس کی بجائے یہ کہا کہ "میں جانتا ہوں یا میں یقین کرتا ہوں"، تو اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔

۳۔ اگر شاہد نے یہ نہیں کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں بلکہ کہا کہ "میں اس بات کو جانتا ہوں" اس پر حاکم نے دریافت کر لیا کہ "کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو" اور اس نے جواب میں کہا کہ "ہاں! میں ایسی ہی شہادت دیتا ہوں" تو یہ شہادت معتبر ہوگی [۵۶]

۴۔ شاہد کا شہادت دیتے وقت مشہود لہٗ (جس کے حق میں شہادت دی جائے) اور مشہود علیہ (جس کے خلاف شہادت دی جائے) کی طرف اشارہ کرنا اگر یہ لوگ عدالت میں حاضر ہوں، کافی ہے مشہود لہٗ اور مشہود علیہ کی ولدیت بتلانا ضروری نہیں۔ لیکن اگر شہادت موکل یا میت کے بارے میں ہو تو شاہد کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ ان کے باپ اور دادا کا نام لے، البتہ اگر وہ لوگ بہت مشہور ہوں تو پھر ان کا نام لے لینا اور ان کی شہرت کا ذکر کر دینا کافی ہوگا [۵۷]

---

۵۴ المجلہ: ۳۷۹ ۵۵ ہدایہ: ۳: ۲۰۸ نولکشور

۵۶ المجلہ: ۳۷۹ ۵۷ ایضاً، ص ۳۸۰

۵۔ جائیداد غیر منقولہ کے بارے میں شہادت دیتے وقت جائیداد کے حدود کا بیان کرنا ضروری ہے لیکن اگر شاہد نے حدود نہ بیان کیے مگر یہ وعدہ کیا کہ موقع پر وہ جائیداد کو دکھا سکتا ہے اور تعیین کر سکتا ہے تو اسے دکھانے اور تعیین کرنے کا حکم دیا جائے گا[۸]

شہادت کی بنیادی شرائط

۱۔ لوگوں کے حقوق کے بارے میں کسی شہادت کے لیے یہ شرط ہے کہ اس سے پہلے حق مذکور کا دعویٰ کیا جا چکا ہو[۹]

۲۔ کوئی ایسی دلیل جو محسوس کے خلاف قائم کی جائے قابلِ قبول نہیں ہو سکتی، مثلاً کوئی شخص کسی کی موت کی دلیل پیش کرے اور وہ شخص زندہ موجود ہو، یا کوئی کسی مکان کے برباد ہو چکنے کی دلیل پیش کرے اور مکان موجود ہو اور دیکھا جا سکتا ہو[۱۰]

۳۔ کسی خبر متواتر کے خلاف دلیل قابلِ قبول نہیں ہوتی[۱۱]

۴۔ ایسی شہادت جو صرف نفی کے لیے ہو، ناقابلِ قبول ہے۔ مثلاً کوئی کہے کہ فلاں نے یہ کام نہیں کیا یا فلاں مکان فلاں شخص کا نہیں ہے یا فلاں شخص فلاں شخص کا مقروض نہیں ہے[۱۲]

۵۔ ضروری ہے کہ شہادت دینے کا مقصد کسی مضرت کا دفع کرنا یا کسی منفعت کا حاصل کرنا نہ ہو[۱۳]

۶۔ زنا میں چار مردوں کی گواہی ضروری ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ گواہ بالصراحت عمل زنا کی گواہی دیں[۱۴]

۷۔ حدود و قصاص میں عورتوں کی شہادت معتبر نہیں ہے[۱۵]

۸۔ زنا کے علاوہ دیگر حدود میں دو مردوں کی گواہی معتبر ہوتی ہے[۱۶]

۹۔ دیگر حقوق مثلاً نکاح، طلاق، وکالت، وصیت وغیرہ میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت احناف کے نزدیک معتبر ہے[۱۷]

۱۰۔ ایسے معاملات جن کے بارے میں عورتوں کے سوا دوسرے واقفیت نہ رکھ سکتے ہوں، ایک عورت

---

۸ المجلہ : ۱۸۰۳ ۹ ایضاً : ۱۸۱۳ ۱۰ ایضاً
۱۱ ایضاً ۱۲ ایضاً ۱۳ ایضاً
۱۴ ہدایہ ۳ : ۲۰۵ ۱۵ ایضاً، ص ۲۰۶ ۱۶ ایضاً ۱۷ ایضاً

کی شہادت بھی معتبر ہوتی ہے۔ مثلاً ولادت، بکارت یا عورتوں کے وہ عیوب جن کے بارے میں مرد واقفیت حاصل نہ کر سکتے ہوں [۱۸]

۱۱۔ کسی کے نسب، موت، نکاح اور دخول کے بارے میں اگر کسی قابلِ وثوق ذریعے سے خبر ملی ہو تو گواہ بغیر آنکھوں سے دیکھے ہوئے بھی شہادت دے سکتا ہے۔ لیکن ایسی صورت میں گواہ پر لازم ہوگا کہ وہ عدالت سے اپنے اس قابلِ وثوق ذریعے کا بھی انکشاف کرے [۱۹]

۱۲۔ اگر کسی نے گواہی دی کہ وہ زید کے جنازے میں شریک ہوا تھا تو اگرچہ اس نے زید کو مرتے ہوئے نہیں دیکھا، نہ اس نے زید کے جنازے سے کپڑا ہٹا کر اس کا چہرہ دیکھا تاہم زید کی موت کے سلسلے میں اس کی شہادت قبول کی جائے گی بشرطیکہ وہ شہادت محسوس کے خلاف نہ ہو۔ (جیسا کہ گزر چکا ہے)

ہدایہ میں ہے:

ومن شهد انه شهد دفن فلان اوصلى على جنازته فهو معاينة [۲۰]

جس نے گواہی دی کہ وہ فلاں شخص کے دفن میں شریک ہوا یا اس نے شخص مذکور کے جنازے کی نماز میں شرکت کی تو اس کی یہ شہادت عینی شہادت کے برابر متصور ہوگی۔

۱۳۔ ضروری ہے کہ شاہد اور مشہود علیہ کے درمیان کوئی دنیوی عداوت نہ ہو۔

ويشترط ان لا يكون بين الشاهد والمشهود عليه عداوة دنيوية وتعرف العداوة الدنيوية بالعرف [۲۱]

شہادت کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ شاہد اور مشہود علیہ کے درمیان کوئی دنیاوی عداوت نہ ہو اور دنیاوی عداوت کی تعریف عرفِ عام کے مطابق ہوگی۔

۱۴۔ کوئی شخص خود ہی شاہد اور خود ہی مدعی نہیں ہو سکتا، اسی لیے یتیم کے حق میں وصی کی اور موکل کے حق میں وکیل کی شہادت صحیح نہیں ہوتی [۲۲]

۱۵۔ شاہد کے لیے عادل ہونا ضروری ہے۔ عادل کی تعریف یہ ہے:

---

[۱۸] ہدایہ: ۳: ۲۰۷ [۱۹] ایضاً، ص ۲۱۳ [۲۰] ایضاً، ص ۲۱۴

[۲۱] المجلہ: ۲۰۲ [۲۲] ایضاً

والعادل من تکون حسناتہٗ غالبۃ علی سیئاتہٖ۔[۲۳]

اور عادل وہ ہوتا ہے جس کی خوبیاں اس کی برائیوں پر غالب ہوں۔

۱۶۔ شہادت اسی وقت قابلِ قبول ہوگی جب کہ دعویٰ اور شہادت میں توافق ہو ورنہ نہیں[۲۴]

۱۷۔ شاہدوں کی قلت وکثرت قابلِ اعتبار نہیں۔ یعنی یہ کہ اگر ایک فریق کے گواہ زیادہ ہوں اور فریق ثانی کے کم، تو لازمی نہیں کہ کثرت کو قلت پر ترجیح دی جائے۔ بجز اس صورت کے کہ یہ کثرتِ حدِ تواتر کو پہنچ گئی ہو[۲۵]

۱۸۔ تواتر علمِ یقینی کا فائدہ دیتا ہے اس لیے تواتر کے خلاف دلیل قائم نہیں کی جا سکتی[۲۶]

۱۹۔ تواتر میں خبر دینے والوں کی تعداد معین نہیں ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ ایسا جمِ غفیر ہو جس کا کذب پر اتفاق کر لینا ممکن نہ ہو[۲۷]

۲۰۔ دیگر حقوق میں ادائے شہادت فرض ہے لیکن حدود میں شاہد کو اختیار ہے کہ وہ پردہ پوشی کرے یا شہادت دے۔ پردہ پوشی افضل ہے[۲۸]

۲۱۔ اگر شہادت میں شاہد فعل ماضی استعمال کرے یعنی اشہد (میں گواہی دیتا ہوں) کی بجائے شہدتُ (میں نے گواہی دی) کہے تو شہادت قبول نہ ہوگی[۲۹]

جھوٹی شہادت

جھوٹی گواہی دینا گناہِ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۙ (الحج: ۳۰)

جھوٹی گواہی دینے سے بچو۔

ایک مقام پر مومنوں کی پہچان بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۔ (الفرقان: ۷۲)

---

[۲۳] المجلہ: ۳۸۲ [۲۴] ایضاً [۲۵] ایضاً: ۳۹۰

[۲۶] ایضاً [۲۷] ایضاً

[۲۸] ہدایۃ، ۳: ۱۳۸ مجتبائی [۲۹] ردالمختار: ۴: ۳۸۵، طبع مصر

اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

مشکوٰۃ میں صحیح بخاری و مسلم کے حوالے سے روایت ہے:

وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس وفی روایۃ وشہادۃ الزور[۳۰]

حضرت انسؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کبیرہ گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی، (ناحق) کسی کو قتل کرنا، جھوٹی قسم کھانا، اور ایک روایت میں ہے کہ جھوٹی گواہی دینا۔

ابو داؤد شریف میں ہے:

عن خریم بن فاتک قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الصبح فلما انصرف قام قائما فقال عدلت شہادۃ الزور بالاشراک باللہ ثلاث مرات ثم قرأ: فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور۔ حنفاء للہ غیر مشرکین بہ[۳۱] (الحج: ۳۰)

حضرت خریم بن فاتک کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی اور جب لوگوں کی طرف رخ پھیرا تو بیٹھے رہنے کے بجائے آپ سیدھے کھڑے ہوگئے اور تین بار ارشاد فرمایا: جھوٹی گواہی دینا اور شرک کرنا دونوں برابر کے گناہ ہیں۔ پھر آپ نے آیت پڑھی کہ تم ناپاکی یعنی بتوں سے دور رہو اور جھوٹی بات کہنے سے دور رہو اور خدا کے لیے یکسو ہو جاؤ، یعنی شرک چھوڑ کر توحید اختیار کرو۔

جھوٹی شہادت کی سزا

ہمارا معاشرہ اخلاقی اعتبار سے جتنا پست ہو چکا ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ معمولی فائدے کی خاطر جھوٹی شہادت دے کر کسی بے قصور کو پھنسا دینا اور کسی قصوروار کو بچا لینا روزانہ کا معمول ہو چکا ہے۔ ان حالات میں اسلامی قوانین اور حدود کے نفاذ کے بعد ملک کے عوام بالعموم اور قانون دان طبقہ بالخصوص سخت الجھن میں گرفتار ہے۔ کیوں کہ پہلے کی سزاؤں کے مقابلے میں اسلامی حدود سخت ہیں۔ لہٰذا لوگوں کے

---

[۳۰] مشکوٰۃ: ۱: ۲۲ طبع دمشق

[۳۱] ابو داؤد شریف: ۵۰۲ طبع کان پور

دلوں میں بجا طور پر یہ اندیشہ پیدا ہو رہا ہے کہ اگر شہادتوں کا یہی معیار قائم رہا جو اس وقت ہمارے ہاں رائج ہے تو یہ بات خارج از امکان نہیں کہ قصور وار بچ نکلیں اور بے قصوروں کے ہاتھ کٹ جائیں۔ لہٰذا موجودہ حالات میں اس کا سدِ باب ضروری ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا اقدام تو یہ کرنا چاہیے کہ تمام ذرائع ابلاغ کو استعمال کر کے لوگوں میں خوفِ خدا اور فکرِ آخرت پیدا کی جائے، یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اگر مدتوں پتھر پر پانی گرتا رہے تو پتھر گھس جاتا ہے۔ ہمارے ملک کے عوام تو بہر حال مسلمان ہیں اور ان کے دلوں میں کسی قدر خوفِ خدا پہلے ہی سے موجود ہے، صرف ضرورت ان کے جذباتِ عالیہ کو اپیل کرنے اور ان میں اسلام کی اخلاقی اقدار سے محبت پیدا کرنے کی ہے۔ لیکن ایسے بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو اچھی تعلیمات سے متاثر نہیں ہوتے۔ ان کی بہیمی صفات ان کے انسانی و ملکوتی اوصاف پر غالب ہوتی ہیں۔ شریعت ایسے لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے تعزیر استعمال کرتی ہے۔ تاکہ بدنہاد افراد میں خوف پیدا ہو جائے اور وہ خوف کی وجہ سے ان اقدامات سے باز رہیں جو شریعت کی منشا کے برخلاف ہوں۔

جھوٹی شہادت دینے والے کے لیے قرآن میں کوئی سزا تجویز نہیں کی گئی ہے، البتہ بہت سی احادیث میں اس پر عمل کرنے والوں کے لیے سخت وعید اور آخرت کے عذاب کا ذکر موجود ہے۔ چوں کہ اُمت کے لیے خلفائے راشدین کی سنّت بھی لائق استناد ہے، لہٰذا حضرت عمرؓ کے عمل کو اختیار کرنا چاہیے۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ جھوٹی گواہی دینے والوں کی تشہیر کراتے تھے (یعنی اس کے منہ میں کالک لگا کر عام جگہوں پر پھراتے اور اعلان کراتے کہ یہ شخص جھوٹا ہے)۔ ایک موقع پر آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے جھوٹی گواہی دینے والے کو چالیس کوڑوں کی سزا دی۔

امام سرخسی نے المبسوط میں امام محمد کا قول نقل کیا ہے جسے انھوں نے قاضی شریح کے حوالے سے ذکر فرمایا ہے کہ "قاضی شریح جھوٹی گواہی دینے والے کو عصر کی نماز کے بعد جب کہ بازاروں میں لوگوں کا ہجوم ہوتا عدالت کے کارندے کے ہمراہ بھیج دیتے اور وہ بازار میں اعلان کرتا کہ قاضی شریح نے تم سب کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ شخص جھوٹی گواہی دینے والا ہے، اس سے بچو۔ اگر وہ شخص بازار سے متعلق نہ ہوتا تو پھر وہ عدالت کے کارندے کے ہمراہ اسے اس کے قبیلے اور محلے میں بھیجتے اور عدالتی کارندہ اسی قسم کا اعلان اس کے قبیلے میں کرتا۔ (ملخصاً)[۱۳۲]

---

[۱۳۲] السرخسی: المبسوط: ۱۶ : ۱۴۵ الطبع مصر ۱۳۲۴

امام ابوحنیفہ نے قاضی شریح کے عمل کو اختیار کیا ہے اور انھوں نے یہی فتوی دیا ہے کہ اگر کوئی گواہ پہلی مرتبہ جھوٹی گواہی دے تو اس حلقے میں جہاں وہ متعارف ہو اسی طرح اس کی تشہیر کرائی جائے لیکن اگر وہ بار بار ایسا کرے تو تشہیر کے علاوہ اسے کوڑے بھی مارے جا سکتے ہیں۔ لیکن صاحبین یعنی امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے کہ جھوٹے گواہ کو قید اور تعزیر دی جائے جس کی مقدار اور نوعیت کا تعین قاضی اپنی صواب دید سے کرے گا۔ امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ قاضی پچاس اور ستر کوڑے بھی مار سکتا ہے[۳۳]

اپنے معاشرے کے موجودہ حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے راقم الحروف کا خیال ہے کہ ہمارے مناسب حال صاحبین کا قول ہے۔ یعنی جھوٹی گواہی دینے والے کو تشہیر کے علاوہ کوڑے بھی مارے جائیں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ اگر یہ اقدام دو چار مرتبہ کر دیا جائے تو لوگ اس حرکت سے باز آجائیں گے۔ تشہیر کے سلسلے میں موجودہ ذرائع ابلاغ مثلاً اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

امام شافعی کا مسلک بھی وہی ہے جو صاحبین کا ہے

المہذب میں ہے:

واذا ثبت انہ شاھد زور ورأی الامام تعزیرہ بالضرب او الحبس او الزجر فعل۔[۳۴]

اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ گواہ جھوٹا ہے اور امام خیال کرے کہ اس کی تعزیر جسمانی ضرب یا قید یا تنبیہ کے طور پر مناسب ہے تو وہ یہ اقدام کر سکتا ہے۔

یہی مسلک امام احمد بن حنبل کا بھی ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے کہ:

"جب حاکم کو یہ بات (وثوق سے) معلوم ہو جائے کہ گواہ جھوٹا ہے تو اسے گواہ کو تعزیر دینی چاہیے اور اسے چاہیے کہ گواہ کو اس حلقے میں گشت کرائے جہاں وہ شہرت رکھتا ہو اور اعلان کرا دیا جائے کہ یہ شخص جھوٹی گواہی دینے والا ہے، اس سے بچو[۳۵]

امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے۔ حوالے کے لیے عبد السمیع الآبی کی جواہر الاکلیل دیکھیے:

جھوٹی گواہی دینے والے کو آئندہ کے لیے مردود الشہادۃ بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔

---

۳۳ ایضاً   ۳۴ الشیرازی الفیروز آبادی: المہذب: ۲: ۳۳۰ (مصر)

۳۵ ابن قدامہ: المقنع: ۳: ۷۲۰

گواہ کی اہلیت

مشکوٰۃ شریف میں حضرت عائشہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

لاتجوز شهادة خائن ولا خائنة ولا مجلود حدًّا ولا ذی غمر علی اخيه ولا ظنين فی ولاء ولا قرابة ولا القانع مع اهل البيت[۳۶]

خائن مرد اور خائن عورت محدود فی القذف اور ایسے شخص کی شہادت معتبر نہیں ہے جو اپنے بھائی (مشہود علیہ) سے عداوت (دنیوی) رکھتا ہو، نہ آزاد کردہ غلام کی شہادت (اپنے سابق مالک کے حق میں) نہ ایک گھر میں پرورش پانے والوں کی شہادت دوسرے کے حق میں، نہ رشتے داروں کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں معتبر ہے۔

مجلۃ الاحکام العدلیہ میں ہے کہ:

۱۔ اصل کی شہادت فرع کے حق میں یا فرع کی شہادت اصل کے حق میں مقبول نہیں ہوتی۔ یعنی باپ دادا، نانا نانی، ماں دادی کی شہادت بیٹے، بیٹی، پوتے پوتی، نواسے نواسی کے حق میں یا اس کے برعکس، پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں کی شہادت دادا دادی، نانا نانی، باپ دادی کے حق میں ناقابلِ قبول ہے۔ اسی طرح شوہر کی شہادت بیوی کے حق میں یا بیوی کی شہادت شوہر کے حق میں ناقابل قبول ہے۔ ان قرابت داروں کے علاوہ دوسرے قرابت داروں کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں معتبر ہوگی۔ اسی طرح ایسے خادم کی شہادت جو آقا کے روپے پر گزر بسر کرتا ہو یا کسی خاص اجیر کی شہادت آجر کے حق میں معتبر نہیں ہوگی۔ لیکن ایک ہی آقا کے مختلف خادموں کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں قبول کی جائے گی۔ ایک شریک کی شہادت مالِ شرکت کے بارے میں دوسرے شریک کے حق میں قابلِ قبول نہیں۔[۳۷]

۲۔ ایک دوست کی شہادت دوسرے دوست کے حق میں قابلِ قبول ہے، مگر جب دوستی اس مرتبے تک پہنچ جائے کہ ایک دوست دوسرے دوست کے مال میں بلا تکلف تصرف کرنے لگے تو پھر ایک کی شہادت دوسرے کے حق میں قابلِ قبول نہ ہوگی۔[۳۸]

۳۔ ضروری ہے کہ شاہد اور مشہود علیہ کے مابین کوئی دنیوی عداوت نہ ہو۔[۳۹]

۴۔ اگر کوئی حاکم اپنے شہر سے دور ہو مگر ابھی اپنے عہدے سے علیحدہ نہ ہوا ہو تو خود اپنے حکم کے

---

۳۶ مشکوٰۃ: ۲: ۳۲۶ (طبع دمشق)
۳۷ المجلہ: ۳۸۲
۳۸ المجلہ: ۳۸۲
۳۹ ایضاً

خلاف کوئی شہادت نہیں دے سکتا، البتہ اگر اپنے عہدے سے علیحدہ ہو چکا ہو اور یہ شہادت دے کہ میرے اجلاس میں فلاں شخص نے یہ اقرار کیا تھا تو اس کی شہادت معتبر ہوگی[40]

۵۔ ایسے لوگوں کی شہادت مقبول نہیں ہوتی جو عادۃً آبرومندی کے خلاف حرکات میں مشغول رہتے ہیں، مثلاً ناچنے والے، مسخرے، گپی یا ایسے اشخاص جن کا جھوٹا ہونا مشہور ہو[41] اسی ضمن میں پولیس کے ٹاؤٹ گواہ بھی آتے ہیں۔

۶۔ نابینا اور محدود فی القذف (جس آدمی پر زنا کی تہمت لگانے کے الزام میں حد لگ چکی ہو) کی شہادت معتبر نہیں[42]

۷۔ مخنث کی شہادت اگر وہ فاسق ہو تو معتبر نہیں۔ لیکن اگر وہ فاسق نہ ہو تو معتبر ہوگی[43]

۸۔ (معاوضے پر) نوحہ کرنے والی اور گانے والی عورتوں کی شہادت معتبر نہیں[44]

۹۔ عادی شرابی، فاسق اور ایسے شخص کی شہادت معتبر نہیں جو ستر کھول کر لوگوں کے سامنے حمام میں جاتا ہو یا سود خور ہو یا جواری ہو یا ایسا شطرنج اور چوسر کھیلنے والا ہو کہ کھیلنے میں اس قدر مشغول ہو جاتا ہو کہ نماز قضا ہو جاتی ہو[45]

۱۰۔ راہ چلتے کھانے والے اور شارع عام پر بے حیائی سے پیشاب کرنے والوں کی شہادت معتبر نہیں۔[46]

۱۱۔ سلف صالحین کو برا کہنے والے کی شہادت معتبر نہیں[47]

۱۲۔ غیر مسلموں کی شہادت غیر مسلموں کے معاملات میں معتبر ہے[48]

۱۳۔ خصی اور ولد الزنا کی شہادت معتبر ہے[49]

۱۴۔ سرکاری ملازمین کی شہادت معتبر ہے[50]

---

[40] المجلہ، ۲۸۲

[41] ایضاً

[42] ہدایہ : ۳ : ۲۱۶ بعد

[43] ایضاً، ص ۲۱۹

[44] ایضاً، ص ۲۲۰

[45] ایضاً

[46] ایضاً

[47] ایضاً

[48] ایضاً، ص ۲۲۱

[49] ایضاً، ص ۲۲۲

[50] ایضاً، ص ۲۲۳

۱۵۔ اگر شاہد کہے کہ میں فلاں گواہ کی گواہی پر شہادت دیتا ہوں یا کہے کہ میں اس کی شہادت کی طرح شہادت دیتا ہوں تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔[۵۱]

۱۶۔ فاسق کی شہادت مقبول نہیں لیکن قاضی اگر اس کی شہادت کو قبول کر کے فیصلہ صادر کر دے تو اس کی قضا نافذ ہو گی اور قاضی گناہ گار ہو گا۔[۵۲]

۱۷۔ فاسق اگر اپنے فسق سے توبہ کر لے تو بھی جب تک بقول بعض چھ ماہ اور بقول بعض ایک سال اس کی توبہ پر نہ گزر جائے، اس کی توبہ قبول نہ ہو گی۔[۵۳]

اختلاف فی الشہادۃ

۱۔ اگر گواہوں کے بیانات ایک دوسرے سے مختلف ہوں تو شہادت قابلِ قبول نہ ہو گی، مثلاً ایک گواہ نے بیان دیا کہ زید کے بکر پر ایک ہزار طلائی سکّے باقی ہیں اور دوسرے نے کہا کہ ایک ہزار نقرئی سکّے باقی ہیں تو ایسی صورت میں دونوں کی شہادتیں ناقابلِ قبول ہیں۔[۵۴]

۲۔ اگر شاہدوں کے بیانات میں ایسا اختلاف ہو جس سے اصل واقعے میں اختلاف لازم آتا ہو تو ان کی شہادتیں غیر معتبر ہوں گی، لیکن اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ واقعے کے کسی ایک جزیئے میں ایسا اختلاف ہو جس سے اصل موضوع شہادت میں اختلاف نہ ہو رہا ہو تو اختلاف غیر معتبر اور شہادت معتبر ہو گی، مثلاً ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ تم نے یہ مال میرے ہاتھ فروخت کر دیا ہے، لہٰذا یہ مال میرے سپرد کر دو، اور ایک گواہ نے اپنے بیان میں کہا کہ اس نے مال فلاں مکان میں فروخت کیا تھا اور دوسرے نے کہا کہ فلاں دکان میں فروخت کیا تو دونوں گواہوں کی گواہی معتبر ہو گی کیونکہ مال کی فروخت کی بابت دونوں گواہوں کے بیانات ایک ہیں۔[۵۵]

۳۔ اگر مال مغصوب کے رنگ یا جنس یعنی نر و مادہ ہونے میں شاہدوں کے بیانات مختلف ہوں، تو شہادت ناقابلِ قبول ہو گی۔ مثلاً ایک گواہ نے مغصوب جانور کے بارے میں بیان کیا کہ اس کا رنگ زرد

---

۵۱ شرح فتح القدیر: ۶ : ۱۰ —— ایضاً در مختار: ۵۴۴ طبع کلکتہ ۱۸۵۶

۵۲ ایضاً: ص ۱۱ ۵۳ ایضاً

۵۴ المجلۃ: ۲۸۵ ۵۵ ایضاً

تھا اور دوسرے گواہ نے بیان دیا کہ سرخ تھا یا ایک نے بیان کیا کہ مغصوب جانور نر تھا اور دوسرے نے کہا کہ مادہ تھی تو ان دونوں کی شہادتیں ناقابلِ قبول ہوں گی [۵۶]

۴۔ اگر کسی معاملے کے بارے میں دعویٰ کیا جائے اور بدل کی مقدار میں اختلاف ہو جائے مثلاً ایک گواہ کہے کہ یہ مال پانچ سو میں فروخت کیا گیا اور دوسرے نے شہادت دی کہ تین سو میں فروخت کیا گیا تو دونوں شہادتیں ناقابلِ قبول ہوں گی [۵۷]

۵۔ اگر مدعی کسی پر ڈیڑھ ہزار روپے کا دعویٰ کرے، پھر اپنے دعوے کے ثبوت میں دو گواہ پیش کرے، اور ایک گواہ ایک ہزار بتلائے اور دوسرا ڈیڑھ ہزار کہے تو اس گواہ کی شہادت مانی جائے گی جو ایک ہزار کہے کیونکہ ایک ہزار کی رقم میں دونوں گواہ متفق ہیں [۵۸]

رجوع عن الشہادہ

۱۔ اگر حاکم کے فیصلہ کرنے سے قبل گواہ اپنی گواہی سے رجوع کر لے تو اس کی گواہی ساقط ہو جائے گی۔ یعنی حاکم اس گواہی کی بنیاد پر کوئی فیصلہ صادر کرنے کا مجاز نہ ہوگا اور گواہی سے رجوع کرنے والے گواہ پر کوئی تاوان بھی نہیں ہوگا اس لیے کہ اس نے مدعی یا مدعیٰ علیہ میں سے کسی کا حق تلف نہیں کیا ہے [۵۹]۔

۲۔ البتہ اگر گواہوں کی گواہی کی بنیاد پر حاکم نے فیصلہ کر دیا، اس کے بعد گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا تو حاکم کا فیصلہ علیٰ حالہ باقی رہے گا البتہ گواہوں پر تاوان واجب ہوگا [۶۰]

۳۔ رجوع عن الشہادۃ وہی معتبر ہوگا جو حاکم مجاز کی عدالت میں ہو [۶۱]

۴۔ دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص پر فلاں شخص کی اتنی رقم باقی ہے۔ حاکم نے ان دونوں گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کر دیا اور مدعیٰ علیہ سے اتنی رقم مدعی کو دلوا دی۔ بعد میں ان دونوں گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا تو ان پر اتنے مال کا تاوان واجب ہوگا جو وہ مشہود علیہ کو ادا کریں گے۔ کیوں کہ انھی کی گواہی کی وجہ سے مشہود علیہ کو وہ رقم ادا کرنا پڑی [۶۲]

---

۵۶ المجلہ: ۳۸۶ ۵۷ ایضاً
۵۸ ہدایہ: ۳: ۲۲۷ ۵۹ ایضاً: ص ۲۳۹
۶۰ ایضاً: ص ۲۴۰ ۶۱ ایضاً ۶۲ ایضاً

۵۔ اگر دو گواہوں میں سے صرف ایک گواہ نے رجوع کیا تو وہ نصف مال کا تاوان ادا کرے گا۔[۶۳]

۶۔ اگر کسی قتل کے مقدمے میں حاکم نے دو گواہوں کی گواہی کی بنیاد پر کسی شخص کو قصاص میں قتل کرادیا اور بعد میں ان دونوں گواہوں نے اپنی شہادت سے رجوع کرلیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان دونوں گواہوں سے قصاص میں قتل کیے جانے والے شخص کی دیت (خون بہا) وصول کیا جائے گا اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ان دونوں گواہوں کو قتل کرایا جائے گا۔[۶۴]

تزکیۃ الشہود

۱۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حدود و قصاص کے مقدمات میں گواہوں کا تزکیہ (یعنی ان کے چال چلن کا پتا لگانا) قاضی کے لیے ضروری ہے، دیگر مقدمات میں ضروری نہیں۔ البتہ اگر فریقِ مخالف گواہوں پر عیب لگائے تو گواہوں کا تزکیہ کیا جائے گا ورنہ نہیں۔ امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک تمام مقدمات میں گواہوں کا تزکیہ کرنا ضروری ہے۔ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔[۶۵]

۲۔ تزکیہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک مستورہ (خفیہ)، دوسرا اعلانیہ۔ ہمارے زمانے میں اوّل الذکر افضل ہے۔[۶۶]

۳۔ شاہدوں کا تزکیہ اس حلقے سے ہوگا جس سے ان کا تعلق ہو۔ مثلاً اگر وہ طلبا میں سے ہوں تو ان کا تزکیہ ان کے اساتذہ اور درس گاہوں کے قابلِ اعتماد لوگوں سے کیا جائے گا۔ اور وہ فوجی ہوں گے تو ان کے افسروں سے ان کے چال چلن کے بارے میں دریافت کیا جائے گا۔ اگر وہ سرکاری افسر ہوں گے تو ان کے افسرانِ بالا سے، اگر وہ تاجر ہوں گے تو ان کے حلقے کے قابلِ اعتماد تاجروں سے، اگر اہلِ حرفہ میں سے ہوں گے تو ان کے کارخانہ داروں سے، اور اگر عوام میں ہوں گے تو ان کے محلے یا گاؤں کے قابلِ اعتماد لوگوں سے ان کی بابت دریافت جائے گا۔[۶۷]

۴۔ تزکیہ مستورہ کی صورت یہ ہے کہ قاضی ایک کاغذ پر گواہ کا نام، ولدیت، حلیہ اور اس کی جائے

---

[۶۳] ہدایہ : ۳ : ۲۴۱ — [۶۴] ایضاً، ص ۲۴۳

[۶۵] البابرتی اکمل الدین : شرح العنایہ علی الہدایۃ علیٰ ہامشۃ فتح القدیر : ۶ : ۱۲

[۶۶] ایضاً، ج ۶، ص ۱۳ — [۶۷] المجلہ : ۳۸۷

رہائش سے قریب ترین مسجد کا نام لکھے اور اسے ایک لفافے میں بند کرکے اس پر اپنی مہر ثبت کردے اور اپنے کسی نہایت قابلِ اعتماد آدمی کے بدست وہ لفافہ معدل (وہ آدمی جس سے گواہ کے حالات کا پتا لگایا جا رہا ہو) کے پاس بھیج دے۔ ضروری ہے کہ معدل نیک، زاہد، متدین اور واقف کار ہو۔ گوشہ نشین قسم کا نہ ہو۔ نہ لالچی اور بالکل بے حیثیت ہو۔ اگر فقیہ ہو تو انسب ہے۔ معدل کو چاہیے کہ قاضی کا ملفوف ملتے ہی گواہ کے پڑوسیوں سے اس کے حالات معلوم کرے، اور صرف اس کی عبادت و ریاضت ہی نہ دیکھے بلکہ یہ بھی پتا کرے کہ معاملات کے لحاظ سے وہ کیسا آدمی ہے، اور اگر گواہ معیار پر پورا اترتا ہو تو اس کے نام کے نیچے لکھ دے: عدل جائز الشہادۃ (یعنی گواہ ثقہ اور مقبول الشہادت ہے) اور اگر بالفرض گواہ فاسق ہو تو کچھ نہ لکھے، اور اسی حالت میں قاضی کے مکتوب کو واپس کردے یا لکھ دے کہ واللہ اعلم بالصواب۔ اور اگر گواہ مستور الحال ہو تو اس کے نام کے نیچے "مستور" لکھ دے، اور انتہائی خفیہ طریقے سے وہ مکتوب قاضی کو لوٹا دے۔ اس سارے عمل میں کمال رازداری کو ملحوظ رکھنا ہوگا ورنہ ممکن ہے کہ ملزم اور اس کے ساتھی معدل کو رشوت دینے یا کسی طور پر اس کی رائے کو متاثر کرنے کی کوشش کریں یا اس کو ایذا پہنچائیں[۶۸]

۵۔ اگر ایک ہی معدل سے تزکیہ کرلیا جائے تو کافی ہے لیکن افضل ہے کہ دو معدلین سے تزکیہ کیا جائے[۶۹]

۶۔ اگر کسی گواہ کا ایک مرتبہ تزکیہ کرلیا جائے پھر کچھ دنوں بعد وہی گواہ کسی دوسرے مقدمے میں پیش ہو تو دوبارہ تزکیہ کرنا ضروری نہیں ہے لیکن امام محمد کے نزدیک ایک ماہ گزر جانے کے بعد اور امام ابو یوسف کے نزدیک چھ ماہ گزر جانے کے بعد دوبارہ تزکیہ کرنا ہوگا اور یہی درست ہے[۷۰]

۷۔ جب گواہ گواہی دے چکیں تب قاضی ان کا تزکیہ کرے، اس لیے کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ شہادت کے بعد گواہوں کا تزکیہ کیا تھا[۷۱]

۸۔ غیر مسلم گواہ کے تزکیہ میں یہ دریافت کیا جائے گا کہ وہ اپنے مذہب پر عامل ہے یا نہیں؟

---

۶۸ شرح فتح القدیر: ۶ : ۱۳ ۶۹ ایضاً ۶ : ۱۵

۷۰ ایضاً ۷۱ اعلاء السنن: ۱۵ : ۱۳۸ طبع کراچی ۱۳۸۶ھ

سچ بولتا ہے یا عادتاً جھوٹ بولتا ہے ؟ دیانت دار ہے یا بد دیانت ؟ ہوش و خرد والا ہے یا نرا احمق ؟[42]

۹۔ نشہ باز ذمی کی شہادت مقبول نہیں ہوگی [43]

۱۰۔ اگر معدل لکھ دے کہ میں "گواہ" کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا تو اتنا ہی کافی ہے، گواہ قابل اعتبار متصور ہوگا [44]

۱۱۔ اگر گواہ پردیسی ہو اور اس کا کوئی معدل نہ ہو تو قاضی کو چاہیے کہ اس کے شہر کے قاضی سے اس کا تزکیہ کرائے [45]

۱۲۔ غلام، عورت، نابینا، محدود فی القذف اگر وہ توبہ کرلے۔ نابالغ، بیوی شوہر کے لیے، شوہر بیوی کے لیے، باپ بیٹے کے لیے، بیٹا باپ کے لیے معدل ہوسکتے ہیں اور ان کا تزکیہ قبول کیا جا سکتا ہے [46]

۱۳۔ اگر معدل کے پاس سے جواب آجائے اور حاکم کسی دوسرے معدل سے بھی دریافت کرنا چاہے تو اسے دوسرے معدل کو پہلے معدل کی رائے کے بارے میں کچھ نہیں بتلانا چاہیے کیوں کہ ایسا کرنے سے دوسرے معدل کی رائے متاثر ہوگی [47]

۱۴۔ اگر معدل گواہ کو مجروح قرار دے دے اور اس کی گواہی ساقط الاعتبار ہو جائے تو حاکم مدعی کو یہ نہ بتائے کہ تمہارا پیش کردہ گواہ غیر معتبر ٹھہر گیا ہے بلکہ اس سے یہ کہے کہ میرے خیال میں تمہارا پیش کردہ گواہ معیار کے مطابق نہیں ہے [48]

۱۵۔ اگر تین معدلین میں سے دو تو گواہ کو عادل قرار دیں۔ ایک مجروح بتلائے تو عادل قرار دینے والوں کی بات مانی جائے گی [49]

---

[42] بحر الرائق : ۷ : ۶۴ [43] ایضاً

[44] ایضاً [45] ایضاً : ۷ : ۶۵ [46] ایضاً، ص ۶۷

[47] علاء الدین الطرابلسی : معین الحکام : ۱۰۵

[48] ایضاً [49] ایضاً : ۱۰۷

۱۶۔ اگر مستورہ حاکم کے پاس مہرزدہ واپس آجائے اور اس پر کچھ نہ لکھا ہو، نہ یہ لکھا ہو کہ عادل مقبول الشہادۃ، نہ یہ لکھا ہو کہ عادل نہیں ہے یا نہ معلوم یا مجہول لکھا ہو صراحتاً یا دلالتاً کوئی جرح نہ لکھی ہو تو ان تمام صورتوں میں حاکم گواہ کی گواہی کو قبول نہیں کرے گا[۵۸۰]

۱۷۔ اگر مشہود علیہ (جس کے خلاف شہادت دی جائے) تزکیہ سے قبل یا بعد شاہدوں پر کوئی ایسا الزام لگائے جو قبولِ شہادت میں مانع ہو (مثلاً یہ کہ شاہد کسی کو بچانا چاہتا ہے یا شہادت کے ذریعے کوئی مفاد حاصل کرنا چاہتا ہے) تو حاکم مشہود علیہ سے اس الزام کی دلیل طلب کرے گا۔ اگر مشہود علیہ نے ثابت کر دیا تو حاکم شاہدوں کی شہادت کو رد کر دے گا اور اگر ثابت نہ ہوا تو شاہدوں کا تزکیہ نہ ہونے کی صورت میں ان کے تزکیہ کے بعد اور اگر تزکیہ ہو چکا ہو (اور تزکیہ شاہدوں کے حق میں ہو) تو اسی وقت ان شہادتوں کے مطابق فیصلہ کر دے گا[۵۸۱]

۱۸۔ اگر دو مزکیوں میں سے ایک نے عادل اور دوسرے نے مجروح قرار دے دیا ہو تو حاکم اس شہادت پر فیصلہ نہیں کرے گا[۵۸۲]

۱۹۔ اگر شاہد شہادت دینے کے بعد مر جائیں یا غیر حاضر ہو جائیں تو حاکم کو اختیار ہے کہ ان کا تزکیہ کرے اور ان کی شہادتوں پر فیصلہ کر دے[۵۸۳]

۲۰۔ اگر مشہود علیہ حاکم سے اصرار کرے کہ شاہدوں کو قسم دی جائے کہ وہ اپنی شہادت میں کاذب نہیں ہیں اور ایسی کوئی وجہ موجود ہو کہ شہادت قسم سے قوی ہو جائے گی تو حاکم کو یہ اختیار ہے کہ شاہدوں کو قسم دے اور ان سے یہ کہے کہ "اگر تم نے قسم کھالی تو میں تمھاری شہادت کو قبول کروں گا ورنہ نہیں"[۵۸۴]

تحریری ثبوت

۱۔ مطلق تحریر یا مہر پر عمل نہیں ہو سکتا ہے۔ البتہ اگر وہ تحریر یا مہر جعل سازی کے ہر شبہے سے محفوظ ہو تو وہ حکم کی بنیاد بن سکتی ہے۔

۲۔ شاہی فرامین اور عدالتی کاغذات بھی اگر جعل سازی سے مامون ہوں تو ان پر عمل ہو سکتا ہے۔

---

۵۸۰ المجلہ : ۳۸۷ — ۵۸۱ ایضاً : ۳۸۸

۵۸۲ ایضاً — ۵۸۳ ایضاً — ۵۸۴ ایضاً : ۳۸۹

۳۔ سرکاری کاغذات اگر توثیق شدہ (Certified) ہوں تو ان پر عمل ہو سکتا ہے اور وہ حکم کی بنیاد بن سکتے ہیں ؂۵۵۵

قرائن قاطعہ

حکم کے اسباب میں قرائن قاطعہ یا شہادت حال یعنی (Circumstancial Evidence) بھی شمار کیے جا سکتے ہیں اور وہ بھی حکم کی بنیاد بن سکتے ہیں ۔ قرائن قاطعہ سے ایسے قرائن مراد ہیں جو یقین کی حد تک پہنچا دیں ۔ مثلاً ایک آدمی ایک خالی مکان سے خائف و مدہوش نکلا ، اس کے ہاتھ میں خون آلود چھری تھی ، اس کے نکلتے ہی چند لوگ گھر میں داخل ہوئے تو اسی وقت کا[illegible] کیا ہوا ایک آدمی ملا ۔ اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا کہ گھر سے نکلنے والا ہی شخص اس مقتول کا قاتل ہے ۔ اس صورت میں صرف واہمی احتمالات کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی کہ شاید مقتول نے خودکشی کر لی ہو ؂۵۸۶

قسم دوم ۔ اقرار ۔ کسی شخص کے اپنے اقرار کو بھی شہادت کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور اس کے اقرار سے کبھی کسی بات کی حقیقت ثابت ہو جاتی ہے ۔ حضرت ماعز اسلمی کے واقعے میں راوی حضرت جابرؓ نے ماعز کے اقرار کو شہادت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے :

عن جابر ان رجلا من اسلم جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعترف بالزنا فاعرض عنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی شهد علی نفسہ اربع مرات قال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابک جنون قال لا قال احصنت قال نعم فامر بہ فرجم بالمصلی ؂۵۸۷

حضرت جابر سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک شخص (ماعز اسلمیؓ) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر زنا کا اعتراف کیا تو آپ نے اس سے اپنے رخ کو پھیر لیا (وہ اعتراف کرتا رہا اور آپ اپنا رخ پھیرتے رہے) یہاں تک کہ اس نے اپنے گناہ پر چار مرتبہ شہادت دی ۔ تب آپ نے دریافت فرمایا ، کیا تو پاگل ہے ؟ اس نے عرض کیا " نہیں " آپ نے دریافت فرمایا " کیا تو شادی شدہ ہے ؟ " اس نے کہا

---

۵۵۵ [illegible] : ۳۹۱ ۵۸۶ ایضاً : ۳۹۸

۵۸۷ البخاری ، ۲ : ۱۰۰۷ طبع کرزن پریس دہلی

"جی ہاں" تب آپ کے حکم سے اسے عیدگاہ میں رجم کر دیا گیا۔

اس روایت میں ماعزؓ کے اقرار کو شہد علی نفسہٗ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اقرار بھی شہادت ہی کے درجے میں ہے۔ البتہ جرائم حدود میں زنا میں چار مرتبہ اقرار اور دیگر جرائم میں دو مرتبہ اقرار صریح بلا اکراہ بقائمی ہوش وحواس ہونا ضروری ہے۔ تحریری شہادت بھی اقرار کے ضمن میں آتی ہے۔

قسم سوم، حلف بالیمین

دیوانی معاملات میں حلف بالیمین بھی قابل اعتبار ہے۔ فرنچ کوڈ میں بھی حلف بالیمین کو قابل اعتبار تسلیم کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعیٰ علیہ[۵۸]

یعنی بارِ ثبوت مدعی پر ہوتا ہے اور مدعیٰ علیہ پر قسم ہے۔

۱۔ اگر مدعی علیہ کو حلف اٹھانے کے لیے کہا جائے اور وہ اس سے انکار کر دے تو شرعاً مدعی کا دعویٰ ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ قسم سے انکار بھی اقرار ہی کی ایک صورت ہے۔

۲۔ دونوں فریقوں میں سے کسی سے اگر قسم لی جائے گی تو اللہ تعالیٰ کے نام پر لی جائے گی یعنی وہ کہے گا کہ "میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں"

۳۔ قسم صرف حاکم یا اس کے نائب کے روبرو لی جائے گی، کسی اور کے سامنے قسم کھانے سے اگر مدعیٰ علیہ انکار کر دے گا تو وہ انکار قابلِ اعتبار نہ ہوگا[۵۹]

۴۔ قسم لینے میں نیابت ہو سکتی ہے لیکن قسم کھانے میں نیابت نہیں ہو سکتی۔ مدعی کے وکیل قسم لے سکتے ہیں، لیکن مدعیٰ علیہ کا وکیل مدعیٰ علیہ کی بجائے قسم نہیں کھا سکتا، بلکہ خود مدعیٰ علیہ کو قسم کھانی ہوگی[۶۰]

۵۔ قسم صرف فریق مخالف کے مطالبے پر ہی لی جا سکتی ہے لیکن حاکم کی طرف سے چار مواقع پر بلا طلب بھی قسم لی جا سکتی ہے۔

(الف) جبکہ کوئی شخص کسی میت کے ترکے میں کسی حق کا دعویٰ کرے اور اپنے دعوے کو ثابت کر دے

---

۵۸ مشکوٰۃ ۲ : ۲۲۳ ۵۹ المجلہ : ۳۹۲ ۶۰ ایضاً

توحاکم اس نے اس بات کی قسم لے گا کہ اس نے یہ حق کسی طور پر میت سے نہ خود وصول کیا ہے اور نہ کسی کے ذریعے وصول کیا ہے اور نہ میت کو اپنے حق سے بَری قرار دیا ہے اور نہ کسی دوسرے کے حوالے ہوا ہے۔ اور نہ کسی دوسرے کی طرف سے یہ حق ادا کیا گیا ہے اور نہ میت کی کوئی اس کے حق کے مقابلے میں رہن ہے۔ اس قسم کو "قسم استظہار" کہتے ہیں۔

(ب) جب کسی مال کا کوئی مستحق نکلے اور اپنا دعویٰ ثابت کر دے تو حاکم اس سے اس بات پر قسم لے گا کہ اس نے اس مال کو نہ بیچ کیا ہے اور نہ ہبہ کیا ہے اور نہ کسی طرح اس نے اسے اپنی مِلک سے خارج کیا ہے۔

(ج) جب خریدار کسی چیز کو عیب کی وجہ سے واپس کرنا چاہے تو حاکم اس سے اس بات پر قسم لے گا کہ وہ اس عیب کے باوجود اس سے رضامند نہیں ہوا نہ قولاً اور نہ دلالۃً۔

(د) شفعہ کا حکم دیتے وقت حاکم شفیع سے قسم لے گا کہ اس نے کسی صورت سے بھی اپنا حقِ شفعہ باطل نہیں کیا ہے[۵۹۱]

۶۔ گونگے کی قسم یا قسم سے انکار اشارہ سے معتبر ہوگا[۵۹۲]

۷۔ اگر فریقِ مخالف کی طلب پر مدعیٰ علیہ حاکم کے مطالبے سے پہلے ہی قسم کھالے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا، حاکم کے کہنے پر دوبارہ قسم کھانی پڑے گی[۵۹۳]

خلاصۂ کلام

مختصر یہ کہ تینوں قسم کی شہادتوں (شہادت، اقرار، حلف بالیمین) میں اصل چیز تقویٰ اور خوفِ خدا ہے۔ کسی معاشرے میں یہ بات دو چار دنوں میں پیدا نہیں ہوجاتی بلکہ تبلیغ، ترغیب اور ترہیب کا عمل عرصے تک جاری رہنے سے معاشرہ خود بخود صلاح و فلاح اور نیکی و پرہیزگاری کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ قدریں بدل جاتی ہیں اور لوگ تاریکی سے نور کی طرف، بے ایمانی سے ایمان داری کی طرف اور باطل سے حق کی طرف آہستہ آہستہ چلے ہی آتے ہیں۔ اس سفر میں موانع بھی ہیں اور مشکلات بھی، لیکن اگر عزم راسخ اور جذب پیہم ہو تو انشاء اللہ العزیز سارے موانع دُور ہو جائیں گے:

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہا ست بجاں   شرطِ اوّل قدم آنست کہ مجنوں باشی

---

۵۹۱ المجلہ : ۳۹۲   ۵۹۲ ایضاً   ۵۹۳ ایضاً